© rasailojaraid.com

ڈنگ ٹپاؤ

ملک عزیز میں جمہوریت کو آئے ہوئے 9 ماہ ہو گئے ہیں۔ یا پھر آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں جمہوریت پوریاں دناں دی ہوگئی اے۔ مگر ان 9 مہینوں میں سوائے شور شرابہ اور مارکٹائی کے اراکین اسمبلی نے کوئی کام نہیں کیا۔ معاملات جیسے الیکشن کے انعقاد اور اسمبلیوں کے وجود سے پہلے چل رہے تھے ویسے ہی۔ آج بھی رواں دواں ہیں۔ خیر سے خود ساختہ صدر محترم کی تو آج کل بیرونی دوروں کی بکنگ ہی کافی ہے۔ تین تین، چار چار ممالک کو، اکو ملے ای نبیڑ رہے ہیں، کبھی کبھار چند دنوں کے لئے پیارے پاکستان کی سرزمین پر بھی قدم رنجہ فرماتے ہیں کہ دیکھیں گلشن کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟ بیرون ممالک کی حکومتوں کو بھی نہ جانے کس بات کی جلدی ہے کہ وہ دعوت پہ دعوت دیئے جا رہی ہیں شاید وہ سمجھتی ہیں اب انہیں مرد واحد سے معاملہ کرنا آسان ہے اس لئے، بابر بہ عیش کوش عالم دوبارہ نیست، کے مصداق جو سمیٹا جا سکتا ہے سمیٹ لیا جائے۔ ویسے بھی ہمارے وزیراعظم جمہوری و پارلیمانی نظام میں جن کا استحاق ہے کہ وہی اہم نوعیت کے معاہدے کریں انہوں نے چونکہ اکثر بیرونی سربراہوں کو دیکھا نہیں کیونکہ جس شخص نے امریکی صدر بش کو نہیں دیکھا دوسروں کے متعلق تو اس کا حال کچھ زیادہ ہی پتلا ہوگا۔ اس لئے شاید وہ خود ہی جنرل صاحب کو روانہ کر دیتے ہیں۔ کہ آپ جو چار دن بیرون ملک رہیں گے تو ہمیں بھی سکون ملا رہیگا کہ چلو اتنے دن تو جمہوریت کو خطرہ نہیں۔

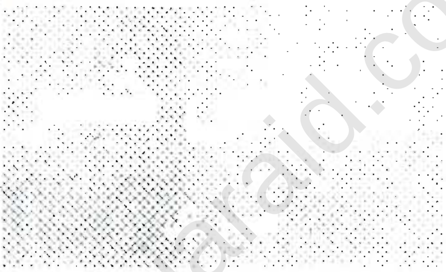

پھر جنرل صاحب نے ''ایوی چنگا کم شروع کیتا اے'' وہ جب بھی بیرون ملک جاتے ہیں تو وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی کی کوئی نہ کوئی نئی ڈیوٹی لگا جاتے ہیں پھر چند دن رپورٹ لینے کے آتے ہیں پھر کسی اور طرف سدھار جاتے ہیں۔ مثلاً جب کیمپ ڈیوڈ گئے تو سپیکر قومی اسمبلی کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک آ گئی اس سے حکومت بھی مصروف ہوگئی اور اپوزیشن بھی سراب کے چکر میں پڑ گئی یوں وہ خود سکون سے کیمپ ڈیوڈ کی فضاؤں میں ٹہلتے رہے۔ اور اب افریقی ممالک کے دورے پر جاتے ہوئے جمالی صاحب کو اپوزیشن سے مذاکرات کی ذمہ داری سونپ گئے ہیں۔ اس سے انہوں نے کئی مقاصد حاصل کیئے مثلاً یہ کہ حکومت اپوزیشن کے چکر میں ہی پڑی رہے اس کو اپنی اصل ذمہ داری یا اختیارات کا احساس تک نہ ہو۔ مبادا وہ اپنا حق لینے کی ٹھان لے تو جنرل صاحب کے رنگ میں بھنگ پڑ جائے۔ اور دوسرا اپوزیشن بھی وصال یار کے انتظار میں ہتھ ہولا رکھے گی۔

بس ایسے ہی محسوس ہوتا ہے کہ ہر کوئی ڈنگ ٹپاؤ پالیسی کے تحت ہی چل رہا ہے کیونکہ ہر کسی کے اپنے اپنے مفادات ہیں اور وہ شاید اسی میں بہتری سمجھتا ہے۔ ورنہ کوئی تو سوچے کہ اگر آئین نے پارلیمنٹ سے باہر ہی جنم لینا تھا تو اس پر قومی خزانے کو اربوں روپے کا ٹیکہ لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر قومی معاملات پر عوامی نمائندوں سے والے ہی فیصلے ہونا تھے تو پھر اسمبلیوں کے وجود کی کیا ضرورت تھی؟ کیا یہ گریجوایٹ اسمبلیاں صرف شور شرابہ، نعرے بازی اور ایک دوسرے کی طبیعت صاف کرنے کیلئے ہی وجود میں لائی گئی ہیں؟

© rasailojaraid.com